ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.8,Issue No.1 (2026)
(January to March)

شعبہ اقبالیات (علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی) میں اقبال شناسی پر پی ایچ۔ڈی سطح کے تحقیقی مقالہ جات: تحقیق و تجزیہ

Ph.D-Level Research Theses on Iqbal Studies in the Department of Iqbaliyat, Allama Iqbal Open University: A Research and Analytical Study

احمد حیات

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

ڈاکٹر ساجد جاوید

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

Ahmad Hayat
Ph.D Scholar, Department of Urdu, University of Sargodha, Sargodha
Dr. Sajid Javed
Associate Professor, Department of Urdu, University of Sargodha, Sargodha

Article Details
Received:
February 28, 2026
Accepted:
March 15, 2026
Online Published:
March 31, 2026

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: History of Urdu literature is abundant with prose writers and poets. Some are expertise in prose writing while others in poetry. The deficiency of the time was that an intellectual personality who is prowess in both fields was remained amateurish. As a rising star Allama Iqbal appeared who had grip in prose and poetry. He is not only the poet of East but also his famous personality is actively flourishing all over the world. That's why in the whole world, universities are being conducted research work on him. In the Allama Iqbal Open University, there is a specific department named Iqbaliat working properly and introducing new aspects on the life of Allama Iqbal. There are thirty research thesis have been completed at Ph.D level and this work is continuously growing and researching at daily basis.The cause of writing this article comprises on research and analysis of these thesis, and it will introduce the standard of research work of Allama Iqbal Open University.

Key words: Urdu literature, intellectual personality, famous personality, continuously growing, article comprises

علامہ اقبال ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کسی ایک فکر یا نظریہ کے حامی نہ تھے بلکہ بہ یک وقت رومانویت، کلاسکیت، تصوریت اور حقیقت پسندی جیسے رجحانات کا پرچار آپ کی زندگی کا لازمہ تھا۔ آپ کی نظر میں وہی فن قابل ستائش تھا جو زندگی کے مختلف پہلوؤں کی ترجمانی کرتا ہو۔ آپ بنیادی طور پر ایک فلسفی ہیں لیکن آپ نے اپنا پیغام امت مسلمہ تک پہنچانے کے لیے شاعری کو بطور آلہ استعمال کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی شاعری مذہب، تاریخ، مقصدیت، پیغام عمل اور امید نو سمیت دیگر کئی پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ علامہ محمد اقبال کی شخصیت اور فن پر آپ کی حیات ہی میں داد و تحسین کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ اب تک مختلف جامعات میں سینکڑوں کی تعداد میں آپ پر تحقیقی مقالہ جات کے ضمن میں اسکالرز کو ڈگریوں سے نوازا جا چکا ہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور آئے دن علامہ کی زندگی اور فن سے متعلق مختلف پہلو واضح ہوتے جا رہے ہیں۔ علاوہ ازیں ہزاروں کی تعداد میں کتب

منظر عام پر آچکی ہیں۔ بے شمار رسالوں میں علامہ سے متعلق مضامین چھپ چکے ہیں نیز مختلف اداروں نے اقبال نمبر شائع کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ مختلف جامعات میں باقاعدہ اقبالیات کا شعبہ کام کر رہا ہے۔ جس کا مقصد صرف اور صرف علامہ کی زندگی، شاعری، اور نثر پر تحقیق کر کے مخفی گوشوں کو وا کروانا ہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں شعبہ اقبالیات کا اجرا اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اس شعبہ نے بھی ہر سطح پر اقبالیاتی تحقیق میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ پی ایچ۔ڈی سطح پر اقبال شناسی کے ضمن میں اب تک چھے مقالہ جات لکھے جا چکے ہیں جن میں مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے اقبال شناسوں کی اقبال شناسی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مذکورہ مقالہ جات میں سے تین مقالہ جات "پروفیسر عبدالحق کی اقبال شناسی کا توضیحی مطالعہ" از محمد طاہر اقبال صدیقی (۲۰۲۰ء)، "مقبوضہ کشمیر میں اقبال شناسی (تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)" از منیر حسین (۲۰۲۰ء)، "افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت" از عبدالرؤف خاں رفیقی (۲۰۰۵ء) کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

پروفیسر عبدالحق بطور اقبال شناس:

پروفیسر عبدالحق کا تعلق بھارت سے ہے لیکن پاکستان میں بطور اقبال شناس ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ان کی تحقیق مستند تسلیم کی جاتی ہے۔ حالاں کہ قیام پاکستان سے تاحال اقبال کو بھارت کی طرف سے مسلسل تنقید کا سامنا رہا ہے کیوں کہ پاکستانی اقبال شناسوں کے نزدیک علامہ اقبال پاکستان کے خالق ہیں جب کہ ہندوستانی ماہرین اقبال کو وطن پرست قرار دیتے ہیں۔ اس حوالے سے دونوں ملکوں میں روز بروز اقبال شناسی کی روایت پروان چڑھ رہی ہے۔ ان حالات میں ایک ایسی شخصیت جو علاقائی تعصب سے بالاتر ہو کر اقبال کے افکار کا پرچار کر رہی ہے پروفیسر عبدالحق ہیں۔ علاوہ ازیں پروفیسر عبدالحق کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ ہندوستان میں اقبالیات میں پی ایچ-ڈی کی ڈگری حاصل کرنے والے پہلے شخص ہیں۔ آپ علامہ سے اپنی عقیدت کا اظہار یوں کرتے ہیں:

> "اقبال سب سے مقتدر شاعر ہی نہیں قدر اولیٰ کی حیثیت سے ناگزیر اہمیت اور مقام رکھتے ہیں بڑی بات یہ ہے کہ وہ ہمارے لئے پیمانہ قدر ہیں۔ بڑے سے بڑا نقاد بھی اقبال پر قلم اٹھا کر اپنے آپ کو بے پرواہ کر لیتا ہے۔"(۱)

علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے لئے متنوع موضوعات اور اصناف کا انتخاب کیا ہے۔ اقبال کی انفرادیت نہ صرف نظم کے میدان میں مسلمہ ہے بلکہ غزل بھی آپ کا پسندیدہ میدان ہے۔ علاوہ ازیں مثنوی، مرثیہ حتٰی کہ انگریزی نظموں کے خوبصورت تراجم کی شاعرانہ شکل بھی اقبال کے یہاں دیکھی جاسکتی ہے۔ مزید یہ کہ فکر اقبال سے مکمل طور پر فیض یاب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اقبال کی نثری اور منظوم تمام تخلیقات پر گہری نظر رکھی جائے مگر اقبال کے ساتھ ہمیشہ یہ المیہ رہا ہے کہ کسی نے فکر اقبال کو پرکھنے کے لئے منظومات کو کسوٹی بنالیا تو کسی نے غزلیات کو، کسی نے خطوط کو اساس مان لیا، تو کسی نے دیگر نثری تحاریر کو۔ اس ضمن میں آپ لکھتے ہیں:

> "فکر اقبال کی اساس کو استوار کرنے کے لئے ان تمام گم شدہ کڑیوں کو مضبوط کرنے کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ محسوس کی جارہی ہے اس لئے منظومات کے ساتھ ساتھ نثری تحریروں کا مطالعہ بھی اتنا ہی اہم ہے-اقبال صرف شاعر ہی تو نہیں ہیں"(۲)

پروفیسر عبدالحق کے نزدیک اقبال کی شاعری نہ صرف اپنی ذات، علاقہ، تہذیب و تمدن، لب ولہجہ اور زمان و مکان تک مقید ہے بلکہ اس میں پوری اسلامی تاریخ کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ اگرچہ آپ کا وطن ہندوستان ہے اور آپ شاعر مشرق کے نام سے موسوم کیے جاتے ہیں لیکن آپ نے اپنے آپ کو وطن کی حدود میں مقید نہیں کیا۔ بل کہ زبان وادب کو ملکی مسائل کی حدود سے نکال کر بین الاقوامی مسائل کی ترجمانی تک توسیع دی۔ ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے حوالے سے پروفیسر عبدالحق رقم طراز ہیں کہ

"۱۹۱۷ء کے انقلاب روس کو لبیک کہنے والے اقبال پہلے ہندوستانی شاعر ہیں۔ وہ
انقلاب کو محنت کشوں اور ناداروں کے لئے پیغام رحیل کہتے ہیں۔ لیگ آف نیشن
کو دنیا کے مظلوم انسانوں کے لئے ایک فریب کہنے والے بھی اقبال ہی ہیں" (۳)

علامہ اقبال کی شاعری علامت نگاری کے فن سے مملو ہے اقبال نے علامات کے ذریعے مسلم قوم میں بیداری کا جذبہ ابھارنے کا کام کیا ہے۔ اقبال نے کبک، مملہ، کبوتر اور فاختہ جیسی علامات جو کہ شاہین کے مقابلے میں کمزور واقع ہوئی ہیں کا استعمال کر کے امتِ مسلمہ میں یہ جذبہ ابھارنے کی کوشش کی ہے کہ اگر کبھی شاہین سے مقابلے کی نوبت آجائے تو پیچھے نہیں ہٹنا بلکہ مردانہ وار مقابلہ کرنا ہے۔ پروفیسر عبدالحق اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"ہندی غلاموں کے لہو میں سوزِ یقین کی تپش، مغربی آقاؤں سے نجات کے لئے
شاہین سے بہتر کوئی علامت نہیں ہو سکتی" (۴)

ریاست جموں وکشمیر میں اقبال شناسی:

ریاست جموں وکشمیر کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ سب سے پہلے اقبال شناسی کا آغاز یہیں سے ہوا۔ کشمیر میں اقبال شناسی کی روایت کو دو ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دور "حیاتِ اقبال سے تقسیم ہندوستان تک" جب کہ دوسرا "دونوں ممالک کی آزادی سے لے کر تاحال" کشمیر میں اقبال شناسی کے ضمن میں اولیت "محمد دین فوقؔ" کو حاصل ہے۔ انھوں نے ۱۹۰۹ء میں اقبال کے حالات زندگی لاہور کے ماہنامہ "کشمیری میگزین" میں شائع کئے۔ بعد ازاں حالات اقبال کے ضمن میں ان کی دو کتابیں "مشاہیر اقبال" اور "تاریخ اقوام" بھی زیور طبع سے آراستہ ہوئیں۔ ۱۹۳۸ء میں پہلا یومِ اقبال بھی ریاست جموں کشمیر میں منایا گیا۔ کشمیر میں اقبال شناسی کے فروغ میں ڈاکٹر رفیع الدین کا کردار سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ "حکمت اقبال" کے عنوان سے آپ کی اقبالیات پر تحریر کردہ کتاب باقی تمام کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب میں فکر اقبال کی وضاحت کلام اقبال کی روشنی میں کی گئی ہے۔ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کے ڈائریکٹر ظفر اسحاق انصاری "حکمت اقبال" کے پیش لفظ میں ڈاکٹر رفیع الدین کے کام کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر رفیع الدین کے نزدیک علامہ اقبال کا فکری کام نہایت واضح تھا۔ چنانچہ فکر
اقبال کی ترویج و ترقی ان کے نزدیک اسلام کی تائید و حمایت اور باطل کی تردید
کے ہم معنی ہے" (۵)

خلیفہ عبدالحکیم اقبال شناسی کے حوالے سے ایک معتبر نام ہے۔ آپ باقاعدہ کشمیر کے رہنے والے تو نہ تھے لیکن کشمیری اصل تھے اور کشمیر میں رہائش اختیار کرنے کے خواہش مند تھے۔ لیکن قدرت کو ایسا منظور نہ تھا کشمیر کے سیاسی حالات کے باعث آپ کی یہ خواہش شرمندہ تعبیر نہ ہو سکی۔ آپ نے اپنی ساری زندگی کشمیر میں محکمہ ایجوکیشن کی خدمات سرانجام دیتے ہوئے گزار دی۔

اقبال پر بے شمار مقالات کے علاوہ آپ کی تصانیف بھی نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔ "فکر اقبالؒ"، "اقبال اور ملا" اور "تلخیص خطباتِ اقبال" اقبالیات کے حوالہ سے آپ کی مستند کتب سمجھی جاتی ہیں بالخصوص "فکر اقبال" کو اقبالیات میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

اہل کشمیر میں سے جن لوگوں نے اقبال شناسی میں لوہا منوایا ہے ان میں ایک نمایاں نام چراغ حسن حسرتؔ کا ہے۔ آپ نے اقبال کے بارے میں اپنے تاثرات اپنی مرتبہ کتاب "اقبال نامہ" میں سندباد جہازی کے عنوان سے درج کیے ہیں یہ کتاب اس لحاظ سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں ان لوگوں کے مقالات ہیں جو اقبال سے شرفِ ملاقات حاصل کر چکے تھے۔ علامہ اقبال کے حیات و افکار پر مبنی حسرت کی وہ کتاب جو اپنی ایک نمایاں پہچان رکھتی ہے "حیاتِ اقبال" ہے۔ ڈاکٹر شکیل الرحمٰن نے اپنی ملازمت کا آغاز کشمیر یونی ورسٹی سری نگر سے کیا۔ آپ نے علامہ اقبال پر "اقبال کی جدیدیت کا معاملہ" کے عنوان سے مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی علاوہ ازیں ایک کتاب بعنوان "اقبال کی جمالیات چند بنیادی اشارے" لکھی۔ اس میں آپ نے علامہ کے فکر و فن کا جمالیات کے حوالے سے جائزہ لینے کے علاوہ آپ کے تصور زندگی و موت، خالق اور مخلوق اور زمان و مکاں کا تجزیہ بھی کیا ہے۔ اقبال کے فلسفہ خودی کے حوالے سے آپ لکھتے ہیں:

> "اقبال کی شاعری میں خودی فلسفہ نہیں ہے بلکہ شخصیت کے کرب اور داخلی سوز و گداز اور باطنی توازن کا استعارہ ہے۔ باطنی زندگی کی قوتوں اور صلاحیتوں کی تفتیش کا وہ تجزیہ ہے جو پھیلا ہوا اور گہرا ہے، اپنا آہنگ رکھتا ہے۔ روح اور جسم اور کائنات کے اس آہنگ سے رشتہ رکھتا ہے جو صرف باطن میں محسوس کیا جا سکتا ہے" (۶)

ڈاکٹر بشیر احمد نحویؔ کا تعلق سرزمین کشمیر سے ہے۔ آپ نے "اقبال اور تصوف" کے موضوع پر تحقیق کر کے پی ایچ۔ڈی کی ڈگری لی۔ علاوہ ازیں آپ کی ایک کتاب "فلسفہ وحدت الوجود اور اقبال" ہے جس میں آپ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کلامِ اقبال میں وحدت الوجود کا نظریہ غالب نہیں ہے۔ در حقیقت علامہ کے وحدت الوجود سے وحدت الشہود کی طرف سفر کی اصل وجہ مسلمانوں کی عمل سے بیزاری ہے۔ آپ کا ایک مقالہ بعنوان "رہا صوفی گئی روشن ضمیری" اقبال انسٹی ٹیوٹ سری نگر کے مجلے میں شائع ہوا۔ اس میں آپ نے علامہ کے نظریہ تصوف کو صراحت سے بیان کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اقبال کے نزدیک اسلامی تصوف وہی ہے جو خودی کا درس دیتا ہے۔ ایک اور مقالہ بعنوان "اسرار و رموز میں قرآنی آیات" مجلہ اقبالیات میں شائع ہوا اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اقبال کے فکری نظام میں قرآن مجید کا اثر اس قدر غالب ہے کہ اقبال نے اپنی شاعری کے آخری دور میں قرآن سے باہر سوچنا سمجھنا ترک کر دیا تھا۔ ایک مقالہ بزبان فارسی "تنم گلے زِ خیابان جنت کشمیر" (کشمیر کے متعلق اقبال کے خیالات) کے عنوان سے شعبہ اردو کشمیر یونی ورسٹی سری نگر سے شائع ہوا اس میں انہوں نے کشمیری قوم کی محکومی کے حوالے سے فکر انگیز خیالات کا اظہار کرتے ہوئے بتایا ہے کہ علامہ کے نزدیک کشمیری قوم کی قسمت بدلنے کے لئے ایک مجاہد کی سی زندگی گزارنے کی ضرورت ہے آپ لکھتے ہیں:

> "کشمیر کی فکری، علمی، دینی اور ادبی فضا پر تعطل کی جو کیفیت سالہا سال سے چھائی ہوئی تھی اس کو توڑنے اور اس میں نئی روح پھونکنے کا مشورہ دیتے ہوئے اقبال کشمیریوں کو گوشہ گیریوں اور خانقاہوں سے نکل کر مجاہدانہ رسم و راہ انجام دینے

کی ضرورت واضح کرتے ہیں۔ اقبال کو اہل کشمیر سے یہ شکایت تھی کہ جو پیغام وہ اپنی شاعری میں دے رہے ہیں اس سے وہ اور زیادہ بے توجہی برت رہے ہیں اور ان کے خیال میں کشمیر کے اندر جو دین اور ادب پرورش پا رہا ہے وہ رہبانی ،خانقاہی اور تنگ نظری کی طرف کشمیریوں کی رہنمائی کرتا ہے"(۷)

جگن ناتھ آزادؔ ان اقبال شناسوں میں سے ہیں جن کی زندگی کا بیشتر حصہ مقبوضہ کشمیر میں گزرا۔ اقبالیات کے حوالے سے آپ کی کتاب "اقبال اور اس کا عہد" تین مقالات بعنوان "شعر اقبال کا ہندوستانی پسِ منظر"، "اقبال کا متصوفانہ لب ولہجہ" اور "اقبال اور اس کا عہد" پر مشتمل ہے۔ آپؔ کی ایک اور تصنیف "اقبال اور مغربی مفکرین" کے عنوان سے ہے اس میں انہوں نے بتایا ہے کہ اقبال نے کس طرح فکر یونان پر کاری ضرب لگائی نیز اقبال کہاں کہاں مغربی فلسفیوں فشٹے، شیوپن ہار، کارل مارکس، نیٹشے، ڈانٹے، ملٹن اور گوئٹے سے متاثر ہوئے اور کہاں کہاں ان کے نظریات سے اختلاف کیا ہے۔ علاوہ ازیں آزاد نے اقبالیات کے حوالے سے "مرجع اقبال" "اقبال کی کہانی" "بچوں کا اقبال" اور "محمد اقبال ایک ادبی سوانح حیات" جیسی کتب لکھ کر علامہ اقبال کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ "کیا اقبال صرف مسلمانوں کے شاعر ہیں" کے عنوان سے ایک مقالہ میں انہوں نے بتایا ہے کہ ہندوستان میں یہ مسئلہ خطرناک صورت اختیار کر گیا ہے کہ اقبال صرف مسلمانوں کے شاعر ہیں یا کہ پوری دنیا کے۔ اس حوالے سے میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ اقبال نے نہ صرف یہ کہ قرآن و حدیث سے اپنی افکار کو مزین کیا ہے بلکہ دنیا کے مختلف نظام ہائے فکر کا گہرا مطالعہ بھی رکھتے تھے جب وہ یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ "اٹھو میری دنیا کے غریبوں کہ جگادو" تو ان کی مخاطب پوری دنیا ہے۔ آزاد لکھتے ہیں کہ

"میرے نزدیک یہ ہے کہ اقبال مسلمانوں کے شاعر بھی ہیں، ہندوستان بلکہ ہندوستان کی بیداری کے شاعر بھی ہیں۔ایشیاء کی بیداری کے شاعر بھی ہیں اور عالم انسانیت کے شاعر بھی ہیں "(۸)

سعید احمد اکبر آبادی مقبوضہ کشمیر کی اقبال شناسی کا ایک منفرد نام ہے۔ کشمیر یونی ورسٹی سری نگر میں ۱۹۷۷ء میں جب مسندِ اقبال کا قیام عمل میں آیا تو پہلے ہی سیمینار میں آپ کو دعوت دی گئی۔ آپ نے "اقبال اور تصوف" کے عنوان پر اپنا مقالہ پیش کیا جس میں آپ نے یہ واضح کیا کہ اقبال حقیقی تصوف کے منکر نہیں تھے بلکہ ایسا تصوف جو انسان میں تعطل، جمود، فراریت اور مجہولیت پیدا کرتا ہے، انسان کے لئے زہر قاتل ہے آپ لکھتے ہیں:

"اقبال نے اپنے نقطہ نظر سے تصوف کے بعض افکار و نظریات مثلاً فنا، فقر، توکل، وحدت الوجود اور زہد کی جو تعبیر کی اور پھر اس پر تنقید کی ہے اس پر صوفیائے نقطہ نظر سے علمی اور نظری بحث و گفتگو کرنے کی بڑی گنجائش ہے"(۹)

ڈاکٹر قدوس نے جہاں بے شمار مقالات میں علامہ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ وہاں آپ کی تصانیف کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے۔ آپ اپنے مقالہ "اقبال شناسی، مفہوم و معیار" میں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اقبال پر فلسفہ حیات، اقبال اور خودی، اقبال اور قرآن، اور اقبال اور عشق رسول جیسی تصانیف بہت زیادہ لکھی گئی ہیں لیکن اقبال کی عالمی ادب میں اہمیت، اردو شاعری میں اقبال کا مرتبہ اور اقبال کی شاعرانہ انفرادیت جیسی تصانیف بہت کم ہیں۔ آپ کی ایک تصنیف "اقبال کی جمالیات" ہے۔ اس میں آپ نے تاسف کا اظہار کیا ہے کہ اقبال کی جمالیات اسلامی نظریہ جمالیات کا پرتو ہونے کے باوجود عدم توجہی کا شکار رہی ہے ۔وہ اقبال کی جمالیات کا اردو کے باقی شعرا کی جمالیات کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگر اقبال نے روایتی شاعرانہ خصوصیات پر تکیہ کیا ہوتا تو اقبال کی جمالیات بھی میر و مومن کی جمالیات کا ہی حصہ ہو کر رہ جاتی یا زیادہ سے زیادہ غالب کی جمالیات کی توسیع کر پاتے لیکن اقبال نہ ہو پاتے۔ اقبال نے میر کی طرح معاش و ماحول کے تناظر میں درد و غم جمع کر کے دیوان کرنے یا مومن کی طرح ہجر پردہ نشیں میں ہونے کے بجائے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا نقیب، ہندوستانی مسلمانوں کا روحانی سہارا اور ملت اسلامیہ کے تشخص اور استحکام کا داعی بننا پسند کیا" (۱۰)

حکیم منظور کی اقبال شناسی کے حوالے سے ایک اہم کتاب "اقبال ایک تذکرہ" کے عنوان سے ہے۔ علاوہ ازیں آپ کے کچھ مقالات مجلہ اقبالیات میں بعنوان "بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا"، "شکوہ کے فرہاد" اور "اقبال عالم گیر قدروں کا امیں" شائع ہو چکے ہیں۔ ایک مقالہ "اقبال اور اردو زبان" ہے۔ جس میں آپ نے اقبال پر ہونے والے اعتراضات کے حوالے سے مفصل بحث کی ہے۔ اقبال کی بدولت اردو زبان آج جس مقام پر ہے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اقبال کی شاعری اس حقیقت کا ناقابل تردید ثبوت ہے کہ اقبال نے اردو زبان کو نئی نظم، نئی غزل، نئی رباعی اور نئے قطعہ سے آشنا کیا اور اس زبان کے چمن کو ایسے پھولوں سے سنوارا جن کے وجود سے آج تک اس کا اعتبار، وقعت اور آبرو ہے" (۱۱)

مقبوضہ کشمیر میں صرف اردو زبان میں ہی نہیں بل کہ انگریزی زبان میں بھی اقبال شناسی کی روایت موجود ہے۔ مختلف اقبال شناسوں نے انگریزی زبان میں اپنے اپنے انداز میں انگریزی میں اقبال کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ سسر کمھار گوشؔ نے ۱۹۷۹ء میں اقبال انسٹی ٹیوٹ میں تین توسیعی خطبات بعنوان:

1. poetry of Tagore, looking back
2. The Basic poetry of Sri Aurobindo
3. Iqbal credo: an outsider's view

دیے۔ یہ تینوں خطبات ان کی کتاب "Tagore Sri Aurobindo and Iqbal" میں انگریزی زبان میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں انھوں نے اقبال اور آروبند کا موازنہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ دونوں میں باوجود اختلاف کے اتحاد کی فضا بھی نظر آتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"Interestingly, both are aware of Bergson and Nietzshe without being in any way followers of eighters. Both seen passionately involved in the idea of an ideal evolution culminating in the superman" (12)

پروفیسر سید حبیب کی اقبال شناسی کے حوالے سے کتاب "Iqbal Raptures Melodize Education" ہے۔ اس میں انہوں نے علامہ کے فلسفہ تعلیم کو آپ کے اردو اور فارسی منظوم کلام سے ہٹ کر نثری حوالے سے متعارف کروایا ہے۔ نیز آپ کا کہنا ہے کہ اقبال کا سارا فلسفہ قرآن و حدیث کے گرد گھومتا ہے۔ آپ اس تعلیم سے بیزار ہیں جو مادیت پر مبنی ہو۔ آپ کے نزدیک ایسی

تعلیم جو روحانیت کی طرف رہنمائی کرتی ہو قابل قبول ہے۔ پروفیسر صاحب نے اپنے ایک مقالہ بعنوان " The western response to Iqbal an overview"میں یہ بات باور کرائی ہے کہ مستشرقین کا رویہ سوائے انامیری شمل کے حوصلہ افزا نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آربری اور نکلسن ترجمے کا حق ادا نہیں کر سکے جبکہ کانٹ ویل نے بے جا تنقید کی ہے۔

مقبوضہ کشمیر میں اقبال شناسی کو رواج دینے میں جہاں اقبال شناسوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ وہیں مرتبہ کتب بھی اقبال شناسی میں بہت کارآمد ثابت ہوئی ہیں۔ اس ضمن میں پروفیسر آل احمد سرور کی خدمات سراہنے کے قابل ہیں آپ نے کثیر تعداد میں اقبالیاتی کتب مرتب کر کے شائع کیں علاوہ ازیں جگن ناتھ آزادؔ، بہار آلہ آبادی، محمد امین اندرابیؔ، ڈاکٹر اکبر حیدریؔ، ڈاکٹر بشیر احمد نحویؔ اور سید محمد شاہ نے اقبال شناسی کے حوالے سے بہت سی کتب تالیف کر کے اقبال کو خراج تحسین پیش کیا۔ مقبوضہ کشمیر میں اقبال شناسی کے حوالے سے اب تک جتنی بھی بحث ہوئی ہے یہ اقبال شناسی کے پہلے دور کا احاطہ کرتی ہے۔ اقبال شناسی کا دوسرا دور ۲۰۰۱ء سے شروع ہوتا ہے۔ اس سلسلے کی پہلی کڑی محمد امین اندرابی کی تصنیف "مسائل تصوف اور اقبال" ہے جو ۲۰۰۱ء میں منصۂ شہود پر آئی آپ تصوف کے بارے میں علامہ کا اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

> "علامہ کے یہاں کہیں وحدت الوجود کا انتہائی نظریہ نہیں ملتا۔ ان کے کلام میں اگر کہیں کہیں وحدت الوجودی رنگ نظر آتا ہے تو اس میں ایک اعتدال ہے اور یہ توحید خالص یا وحدت شہودی کے منافی نہیں بلکہ موافق ہے "(۱۳)

ڈاکٹر حامدی کی اقبالیات پر لکھی گئی تصنیف "اقبال کا تخلیقی شعور" دس تنقیدی مضامین پر مشتمل ہے جب کہ "امکانات" دو تنقیدی مقالات بعنوان "اقبال کی غزلوں میں موضوعیت کا مسئلہ "اور "اقبال کی نظموں کا ساختیاتی پہلو" پر مشتمل ہے پہلے مقالہ میں انہوں نے اقبال کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اقبال نے پرانی غزلیہ روایات کے بت توڑے ہیں وہ لکھتے ہیں:

> "یہ بات باعث تردید نہیں۔ کہ اقبال نے غزل کی مسلمہ روایات سے انحراف کر کے اسے موضوعی اور لسانی اعتبار سے ہم کنار کیا اور اسے نظم کے رنگ و آہنگ سے آشنا کیا انھوں نے یہ کام ذہن کی کار آگہی اور ادبی بصیرت سے انجام دیا۔ اس نے غزل کا کچھ نہیں بگاڑا بلکہ ہیتی اور صنفی اعتبار سے اس کے نادیدہ امکانات بروئے کار لائے۔ "(۱۴)

ڈاکٹر بدر الدین بٹ اسلامیہ کالج سری نگر میں صدر شعبہ عربی و اسلامیات رہے ہیں انہوں نے اقبال پر دو کتابیں بعنوان "اقبال اور عالم عرب" اور "جامعہ کشمیر اور اقبالیات" لکھیں اقبال اور عالم عرب کے مقدمہ میں ڈاکٹر صاحب نے اہل عرب کی اقبال شناسی کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ

> "عربوں نے بھی اقبال کے جذبہ عشق و محبت اور خیر خواہی کا احساس کر کے اقبال کے تقریباً تمام شعری مجموعوں اور ان کی فلسفیانہ تصنیف "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ "کا عربی میں ترجمہ کیا ہے یہ وہ امتیاز ہے جس میں کوئی شاعر یا مفکر یا دانش ور اقبال کے ہم سر نہیں۔ "(۱۵)

ڈاکٹر تسکینہ فاضل کی اقبالیات پر پہلی کتاب "مطالعہ مثنوی اسرارِ خودی" جب کہ دوسری کتاب "اقبال اور ان کے معاصر شعرا اور ادبا" ہے علاوہ ازیں مقالات جن میں " قرآن میں غوطہ زن ہو اے مرد مسلمان"، " اقبال کے فکری روپ کا تدریجی ارتقا"، "خودی شیر مولا جہاں اسکا صید" اور "عصری مسائل کا حل فکر اقبال کے آئینے میں" شامل ہیں آپ اپنے مذکورہ آخری مقالے میں افکار اقبال کی روشنی میں ان مسائل کا حل بتاتی ہیں جن سے آج امت مسلمہ دوچار ہے آپ لکھتی ہیں:

> "عصر حاضر کے مسائل کا حل اقبال کے فلسفہ خودی کے تناظر میں تلاش کیا جا سکتا ہے انسان اپنی خودی کو مرتبہ کمال تک پہنچائے اور پھر ایک صالح معاشرے کی تشکیل میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکتا ہے۔"(۱۶)

ڈاکٹر غلام رسول ملک نے اپنا ڈاکٹریٹ کا مقالہ "Iqbal and the English Romantics" کے عنوان سے ۱۹۴۸ء میں جامعہ کشمیر سری نگر کے شعبہ انگریزی سے مکمل کیا۔ اس میں آپ نے بتایا ہے کہ اقبال نے ہمیں زندگی کا ایک حرکی تصور دیا ہے۔ ایک مقالہ انگریزی زبان میں بعنوان "Iqbal's Attitude to Democracy" سری نگر سے شائع ہوا اس میں آپ نے بتایا ہے کہ مغرب کے جمہوری نظام نے دو عالم گیر جنگوں مادیت کے فروغ اور غریبوں کی حق تلفی جیسے معاشرتی ناسور کو پروان چڑھایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ

> "Thus one can safely conclude that far from being a fascist, Iqbal is not hostile to the essential spirit of democracy. What he is undeniably opposed to is the western form of Democracy.''(17)

علاوہ ازیں ڈاکٹر حامد کشمیری، ڈاکٹر کبیر احمد جائسی، ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا، ڈاکٹر حسین خطیبی، ڈاکٹر محمد جعفر، ڈاکٹر یوسفی، ڈاکٹر حیات عامر حسین، ڈاکٹر غلام رسول ملک، غلام نبی خیال، عبداللہ خاور، ڈاکٹر عالم خواند میری، ڈاکٹر مشتاق احمد گنائی، ڈاکٹر اکبر حیدری، پروفیسر مرغوب بانہالی، طیب عثمانی، ڈاکٹر فیض احمد، ڈاکٹر عبد الغنی، ڈاکٹر مشعل کشمیری، عرفان ترابی، ڈاکٹر محمد سلطان شاہ اصلاحی اور ڈاکٹر بشیر احمد نحوی کشمیر کے وہ درخشندہ ستارے ہیں جو اپنی تابانی سے اقبالیات کا چراغ پوری دنیا میں جلا رہے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر کی اقبال شناسی میں نہ صرف یہ کہ مرد حضرات پیش پیش رہے ہیں بلکہ خواتین بھی مردوں کے شانہ بشانہ اپنی نمائندگی دکھا رہی ہیں۔ ڈاکٹر تسکینہ فاضل نے اقبالیات پر نہ صرف یہ کہ بہت ساری کتب تخلیق کی ہیں بلکہ آپ کی مرتبہ کتب کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے "فکر و فن اقبال کے چند پہلو" (۲۰۱۲ء)، "اقبال اور عظمت آدم" (۲۰۱۳) اور "جاوید نوا-اقبال" (۲۰۱۴) آپ کی مرتبہ کتب ہیں

-

افغانستان میں اقبال شناسی:

افغانستان میں اقبال شناسی کا آغاز علامہ کی حیات میں ہی ہو چکا تھا اس کی دو وجوہات سامنے آتی ہیں ایک تو یہ علامہ کی شاعری کا ایک تہائی حصہ فارسی میں ہے اور دوسرا علامہ کی افغانوں سے انتہا درجہ کی محبت۔ افغانستان میں اقبال شناسی کی ابتدا کرنے کا سہرا عبد الہادی خان داوی کے سر ہے۔ آپ نے سب سے پہلے پیام مشرق پر ایک طویل تبصرہ لکھا اور اسے افغانستان کے معروف رسالے "امان افغان" میں شائع کروایا دوسرا بڑا نام سرور خان گویا کا ہے۔ آپ کی پہلی باقاعدہ تحریر "دکتور اقبال" کے نام سے شائع ہوئی۔ سرور خان گویا کے بعد صلاح الدین سلجوقی اور سردار احمد علی خان نے افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کو مستقل بنیادوں پر کھڑا کیا۔ افغانستان

میں اقبال شناسی میں روز افزوں اضافہ علامہ کے سفر افغانستان کے بعد ہوا اس دور کی اقبال شناسی میں اولیت علامہ عبد الحیی حبیبیؔ کو حاصل ہے۔ قیام الدین خادم پہلے پشتون شاعر ہیں جنہوں نے اقبال کی حیات میں ہی کلام اقبال کا پشتو میں منظوم ترجمہ کیا۔ سید قاسم رشتیاؔ وہ پہلے اقبال شناس ہیں جنہوں نے علامہ کی وفات پر طویل مقالات لکھے۔ علاوہ ازیں گل باچا خان اور غلام دستگیر مہمندؔ ثائی اقبال میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ مجلہ "کابل" میں "بہار" سے متعلق مختلف شعرا کے بہاریہ اشعار و قصائد شائع ہوئے جن میں حضرت علامہ کے درج ذیل بہاریہ اشعار بھی شائع ہوئے۔

خوشا روزگاری، خوشا نو بہاری　　نجوم پرئی رست از مرغزاری
زمین از بہاران چو بال تدروی　　زفوارہ الماس بار آبشاری (۱۸)

حضرت علامہ کی وفات کے ایک ہفتے بعد کابل میں وزارت معارف کے ہال میں ایک پر وقار تقریب کا انعقاد کیا گیا جس میں علامہ کی علمی و فکری خدمات کو سراہا گیا۔ کابل کے ادارہ مطبوعات میں علامہ کی برسی کی تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں افغانستان کے مشہور شاعر اور خطاط محمد ابراہیم خلیل نے علامہ کی خدمات میں نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ کابل کے پاکستانی سفارت خانے میں علامہ کے متعلق ایک تقریب منعقد کی گئی جس میں علامہ سے عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے پشتو میں ایک مقالہ پیش کیا گیا۔ علامہ اقبال کے جشنِ ولادت کی مناسبت سے ۳د سمبر ۱۹۷۷ء میں افغانستان میں تقاریب منعقد ہوئیں جن میں ملک بھر سے ممتاز اسکالر، شعرا، ادبا اور دانش ور حضرات نے شرکت کر کے حضرت علامہ اقبال کو اپنے اپنے انداز میں خراج تحسین پیش کیا۔ ان تقاریب میں کابینہ کے وزیر سید محمد قاسم رشتیاؔ نے "اقبال و افغانستان"، ڈاکٹر سید مخدوم رحیم نے "عظیم افغان مفکر اقبال" اور افغانستان کے نامور محقق پروفیسر آقائے حبیبیؔ نے "اقبال نظریات و افکار" جیسے اہم موضوعات پر مقالات کی شکل میں اپنا اپنا نقطہ نظر بیان کیا بعد میں پروفیسر ڈاکٹر روان فرہادیؔ نے ان مقالات کو "معنی عشق نزد اقبال" کے عنوان سے کتابی شکل میں یکجا کیا۔

افغانستان میں وقتاً فوقتاً مختلف زبانوں میں حضرت علامہ کے فکر و فن پر کتب کی اشاعت کا سلسلہ بھی جاری رہا اس ضمن میں جس کتاب کو اولیت حاصل ہے وہ عبد اللہ بختانی خدمتگارؔ کی پشتون زبان میں لکھی گئی "پنبستانہ د علامہ اقبال پہ نظر" (پشتون علامہ اقبال کی نظر میں) ہے۔ دوسرے نمبر پر عبد الہادی داوی کی فارسی زبان میں دو جلدوں پر مشتمل کتاب "آثار اردوی اقبال" ہے جلد اوّل کے آغاز میں "تذکّر" کے عنوان سے افغانستان کے وزیرِ اطلاعات و کلتور پوہاند نوین کے چند تعارفی کلمات فارسی زبان میں شائع ہوئے جن کا اردو ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

> "عصرِ حاضر کے ان مردانِ حق میں سے ایک علامہ محمد اقبال ہیں جنہوں نے زندگی بھر استعماری قوتوں کی زنجیروں کو توڑنے اور مشرقی اقوام کی خدمت کرنے میں انتھک جدوجہد کی وہ نہ صرف برصغیر کے جدوجہد آزادی کے بانیوں میں سے تھے۔ بلکہ بحثیت شاعر و فلسفی ان کے گراں قدر خیالات نے ان کی شخصیت میں شاندار اضافہ کیا تھا البتہ ہم افغانوں کے لیے ادبی و سیاسی مقام کے علاوہ بھی سرزمین مشرق کے اس عظیم فرزند کے احسانات ہیں جنھوں نے فرمایا
>
> "آسیا یک پیکرِ آب و گل است　　کشور افغان در آن پیکرِ دل است"

وہ افغانوں کے بہت بڑے دوست تھے وہ مشرق کی بیداری میں ہمیشہ ہماری سر زمین کو ایک توقع آمیز نگاہ سے دیکھتے تھے اپنے آثار خاص کر "پیام مشرق "پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق و مسافر "اور دیگر شعری آثار میں ملتِ افغان کو ملتِ آزاد و سرفراز، زنجیر گسل استعمار و استبداد کے نام سے یاد کیا ہے ہم اس عظیم محسن کے یاد کو احترام سے منا رہے ہیں۔"(۱۹)

"یار آشنا" کے عنوان سے استاد خلیل اللہ خلیلیؔ نے حضرت علامہ کو منظوم خراج تحسین پیش کیا ہے علاوہ ازیں آپ نے ایک کثیر تعداد میں علامہ کی شخصیت اور فن پر مقالات تحریر کیے جو کہ آپ کا علامہ سے قلبی ارادت کا ایک ثبوت ہے یہی وجہ ہے کہ استاد خلیل اللہ خلیلی کو افغانستان میں اقبال شناسی کے ضمن میں ایک معتبر حوالہ تسلیم کیا جاتا ہے۔"از سنائی تا مولانا اقبال" آپ کی علامہ کی زندگی پر تحریر کردہ کتب میں سے ایک نادر کتاب ہے اس کی اشاعت دیگر کتب کے ساتھ حکیم سنائی غزنوی کے نو سالہ جشنِ ولادت کے ضمن میں انعقاد پذیر تقاریب میں سے ایک تقریب میں ہوئی۔ آپ علامہ کی ملت اسلامیہ کی خاطر پیش کردہ خدمات سے بے حد متاثر تھے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلیات کے حصہ مثنوی میں ایک مثنوی بعنوان "دمی اقبال "ملی ہے۔اس میں آپ نے علامہ کے سفر افغا نستان کی یاد اشتوں کو یکجا کیا ہے۔علاوہ ازیں آپ کے کلیات غزل میں ایک غزل بعنوان "غزل حکیم مشرق علامہ اقبال "حضرت علامہ کی تضمین پر ہے۔احمد خان درانیؔ افغانستان شناسی میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ سرور خان گویاؔ کے بعد علامہ پر دوسری تحریر آپ ہی کی ہے۔ آپ نے علامہ کے سوانح کے ساتھ ساتھ فکر و فن پر بھی تحقیقی انداز میں اظہار خیال کیا ہے علاوہ ازیں آپ نے انجمن ادبی کابل میں منعقد ہونے والی تعزیتی تقریب میں بحثیت مدیر علامہ کی شخصیت کے متعلق خطاب بھی کیا گیا۔

عبدالحیی کا کلام علامہ کے کلام کا عکاس ہے مثال کے طور پر آپ کی طویل فارسی نظم اسلوبی لحاظ سے حضرت علامہ کی فارسی مثنوی "مسافر" سے ماخوذ ہے جب کہ فکری اور معنوی اعتبار سے علامہ کی اسرار و رموز کا پرتو ہے علاوہ ازیں آپ کا ایک مقالہ بعنوان "خودی و بے خودی در اندیشہ اقبال "حضرت علامہ کے صد سالہ جشن کے موقع پر شائع ہوا۔ قیام الدین خادمؔ ان اقبال شناسوں میں سے ہیں جن کو علامہ کی حیات ہی میں کلام اقبال کو منظوم کرنے کا موقع ملا اس کے علاوہ قیام الدین نے ڈاکٹر سید عابد حسین کے اردو مقالہ "خودی در نظر اقبال "کا فارسی ترجمہ بھی کیا۔ آپ نے علامہ کی وفات پر فارسی میں ایک منظوم مرثیہ لکھا جس کا اردو ترجمہ کچھ یوں ہے۔

"مشرق آہ و فغان سے دوچار ہے ہر دل پر اندھیرے کا رنگ لگا ہوا ہے اس لیے کہ مشرق کے اقبال کا آفتاب غروب ہوا ہے علم و فن و ادب کا آسمان پھیکا سا ہے اے اقبال ! تیرے غم میں ساری ملت رو رہی ہے چین و شام و روم ،ترکی ، ہندوستان و افغان سب محوِ غم ہیں تو تمام عمر ملت کے غم میں رویا اسی لیے تمام اقوام تیرے غم میں نوحہ خواں ہے تو نے مرجھائے ہوئے لالہ زار خلیل کو آنسوؤں سے تر کیا آنکھوں کو تر رہنے دے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ پھول مرجھا جائے ۔تو نے جب چہرہ ڈھانپا اور مسرور ہو کر پروردگار سے ملے اب خودی کا رہبر ایشیا کے لئے کون ہو گا اے حکیم حیات تو نے سارے جہان کو پیغام نو کیا شرق و غرب

تیرے سامنے ایک میدان تھا۔ اسی لیے تیری نظر کا حصار کہکشاں پر تھا۔"(۲۰)

محمد رحیم الہام کی علامہ سے قلبی وابستگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے علامہ کی مثنوی مسافر کا جواب فارسی میں بعنوان "جواب مسافر" لکھا اور علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کی تقریب میں پڑھ کر سنایا اور عقیدتوں کے پھول نچھاور کیے۔ آقائی حیدری وجودی افغانستان میں اقبال شناسی کے حوالے سے اپنی خاص پہچان رکھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ مولانا جلال الدین بلخی رومی، مرزا عبدالقادر بیدل اور علامہ محمد اقبال کے بارے میں کئی مقالات احاطہ تحریر میں لا چکے ہیں اور ہفتہ میں تین بار کابل کے کتب خانہ "عموقی" میں مذکورہ تینوں شخصیات کے "فکر و فن" پر اپنے لیکچر دے چکے ہیں۔ صلاح الدین سلجوقیؔ افغانستان کی ایک معروف شخصیت ہیں۔ آپ افغانستان کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک لمبے عرصے تک پہلے دہلی اور بعد میں کراچی کے کونسل جنرل رہے۔ علامہ سے گہری دوستی تھی۔ علامہ اقبال کو جب کبھی دہلی جانے کا اتفاق ہوتا تو آپ کی میزبانی کا شرف سلجوقی کے حصے میں آتا تھا۔ آپ کے علامہ محمد اقبال کی شاعری اور پیغام پر مشتمل کئی مقالات اب کتابی شکل دھار چکے ہیں۔ قاری عبداللہ افغانستان میں ملک الشعرا کے مرتبے پر فائز ہیں۔ جب علامہ سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود کے ہمراہ ہندوستان دورے پر گئے تو آپ ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء کی شب انجمن ادبی کابل میں مہمانوں کی میزبانی سے مشرف ہوئے اور فارسی زبان میں ایک نظم بسلسلہ استقبال پیش کی جس کے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

"عزیزانِ زہندوستان آمدند　　در افغانستان مہمان آمدند
در آناں یکے دکتر اقبال ہند　　سخن پرور و واقف از حال ہند"(۲۱)

علاوہ ازیں عبدالہادی داوی، ڈاکٹر روان فرہادی، ڈاکٹر اسداللہ، سکتر سعید، اکرام اللہ شاہد، عزیزالدین وکیلی پوپلزائی، علامہ دستگیر خان مہمند، گل باچا خان، ڈاکٹر محمد صادق فطرت شناس، رحمت اللہ منطقی، صوفی عبدالحق بیتاب، عزیزاللہ مجددی، غلام جیلانی اعظمی، پروفیسر غلام حسن مجددی، علامہ ربانی ادیب، غلام رضا مائل ہروی، محمد ابراہیم خلیل، محمد قاسم رشتیا اور میر بھاوا واصفی ایسے اقبال شناس ہیں جو سرزمین افغانستان میں اقبالیات کے پودے کی آب یاری کر کے حضرت اقبال کی روح کو تسکین پہنچا رہے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ محمد طاہر اقبال صدیقی: پروفیسر عبدالحق کی اقبال شناسی کا توضیحی مطالعہ، مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد، ۲۰۲۰ء ص:۱۴

۲۔ ایضا، ص:۱۵

۳۔ ایضا، ص:۳۰۱

۴۔ ایضا، ص:۳۸۵

۵۔ منیر حسین: مقبوضہ کشمیر میں اقبال شناسی (تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)، مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد، ۲۰۲۰ء ص:۴۸

۶۔ ایضا، ص:۷۶

۷۔ ایضا، ص:۸۷

۸۔ ایضا، ص:۹۲

۹۔ ایضا، ص:۹۶

۱۰۔ ایضا، ص:۹۹

۱۱۔ ایضا، ص:۱۰۶

۱۲۔ ایضا، ص:۱۰۸

۱۳۔ ایضا، ص:۱۴۴

۱۴۔ ایضا، ص:۱۲۲

۱۵۔ ایضا، ص:۱۲۷

۱۶۔ ایضا، ص:۱۳۷

۱۷۔ ایضا، ص:۱۴۱

۱۸۔ عبدالرؤف خان رفیقی: افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت، مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد ۲۰۰۵ء ص:۱۷۱

۱۹۔ ایضا، ص:۱۸۵

۲۰۔ ایضا، ص:۳۷۱

۲۱۔ ایضا، ص:۴۰۷

References in Roman Script:

1. Muhammad Tahir Iqbal Siddiqi: Professor Abdul Haq ki Iqbal Shanasi ka Tauzeehi Mutalea, Maqalah baraye Ph.D, Allama Iqbal Open University, Islamabad, 2020, p. 14
2. Ibid., p. 15
3. Ibid., p. 301
4. Ibid., p. 385
5. Munir Hussain: Maqbooza Kashmir mein Iqbal Shanasi (Tahqiqi wa Tajziyati Mutalea), Maqalah baraye Ph.D, Allama Iqbal Open University, Islamabad, 2020, p. 48
6. Ibid., p. 76
7. Ibid., p. 87
8. Ibid., p. 92
9. Ibid., p. 96
10. Ibid., p. 99
11. Ibid., p. 106
12. Ibid., p. 108
13. Ibid., p. 144
14. Ibid., p. 122

15. Ibid., p. 127
16. Ibid., p. 137
17. Ibid., p. 141
18. Abdul Rauf Khan Rafiqi: Afghanistan mein Iqbal Shanasi ki Riwayat, Maqalah baraye Ph.D, Allama Iqbal Open University, Islamabad, 2005, p. 171
19. Ibid., p. 185
20. Ibid., p. 371
21. Ibid., p. 407